Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم وحکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانونِ مشیت

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر 18-C، اسکیم-33، نزد جمالی پل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

خلق وامر اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات کے برتر نظم کے لیے اپنے تخلیق جیسے اختیار کو غیر متبدل قوانین کی شکل دے رکھی ہے اسی طرح مشیت کے اختیار کو بھی قوانین کے سانچے میں ڈھال رکھا ہے۔ کچھ متکلمین امر و مشیت کو ہم معنی قرار دیتے ہیں لیکن لغات القرآن ان دونوں کے باریک فرق کو واضح کرتے ہیں۔ ارادہ کی معنی "چاہنا" ہے۔ جب اسی ارادہ کے مطابق وہ بات وجود میں آجائے تو اس کا نام مشیت ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ (یٰسٓ: ۸۲)

"اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔"

اس آیت سے واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ فَيَكُوْنُ (وجود میں آنے) کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اسے مشیت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظم کائنات کے لیے بتایا ہے کہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ط (الاعراف: ۵۴) "عالم امر اور عالم خلق دونوں اللہ کے ہیں۔" جن امور کا تعلق عالم امر سے ہے ان میں کوئی قانون نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کار فرما ہوتا ہے، اور وہ اپنے اختیار و ارادہ کے مطابق جیسا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ (الحج: ۱۴) "بیشک اللہ جیسا چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔" اس نے اپنے امر کے اختیار و اقتدار سے جس طرح بھی چاہا یا جس طرح بھی تخلیق کیا ہے یا تخلیق کے جو بھی قوانین بنائے ہیں وہ ان میں مختار کل ہے۔

جہاں تک عالمِ خلق کا تعلق ہے تو وہ اسی کے ارادہ و امر سے بنی ہوئی وہ خلقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مختلف عناصر میں تناسب و توازن پیدا کر کے، ایک خاص اندازہ اور پیمانہ

کے مطابق ان کو بنایا اور پھر ان کی تقدیر (قانون) مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا امر قوانین کا پابند ہو جاتا ہے۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝۳۸ (الاحزاب:۳۸)

"اللہ کا امر پیمانوں (قوانین) میں ڈھل گیا۔"

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳ (الطلاق:۳)

"اللہ نے ہر شے کے لیے ایک پیمانہ مقرر کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ کے یہ مقرر کردہ پیمانے اور قوانین اس کی مشیت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ کائنات کی ہر شے اس کی اسکیم کے مطابق وجود میں آئی ہے۔ پانی نشیب کی طرف رواں رہے، آگ حرارت پہنچائے، ہوائیں بارش کو برسائیں، انسان کی پیدائش مراحل سے گذر کر ہو، یہ سب قوانین اس کی اپنی مشیت اور اسکیم کے مطابق وجود میں آتے ہیں۔ مادی اشیاء کے لیے مادہ کے قوانین بنے ہیں، حیوانی زندگی کے لیے ان کی جبلتیں اور قوانین ہیں اور انسانی زندگی کے لیے مادی اور حیوانی تقاضوں کے ساتھ انسانی حیات اور اعمال کے جو مستقل اقدار ہیں ان سب کے لیے بنے ہوئے قوانین اللہ تعالیٰ کی مشیت ہیں۔

انسانوں اور دیگر مخلوقات میں فرق

کائنات میں انسان کو چھوڑ کر باقی مخلوق مادہ، جمادات، نباتات و حیوانات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون مشیت یہ ہے کہ ان کی متعین جبلتیں اور مقرر طریقے ہیں۔ جس روش پر چلنے کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے وہ اس پر از خود چلی جاتی ہیں۔ اسی کو ان چیزوں کی فطرت بھی کہا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے اسے ان چیزوں کی طرف وحی ہونے سے بھی تعبیر کیا ہے۔ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ وہ مادہ بھی ہے، حیوان بھی ہے اور

انسان بھی۔ مادہ اور حیوانی زندگی کے طبعی اور جسمانی افعال اسی قانون مشیت کے تحت ہوتے ہیں۔ لیکن انسان کی انسانی سطح کی زندگی یکسر مختلف ہے۔ اس کو اپنی عملی زندگی کے لیے مستقل اقدار وحی کے ذریعہ سے عطا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحب اختیار و ارادہ پیدا کیا ہے، اس لیے انسان کو اپنے اختیار وارادہ سے زندگی اختیار کرنے کی امانت اس حق کے ساتھ سونپی گئی ہے کہ وہ خود کو حاصل فطری ہدایت، عقل اور وحی کی تعلیم کی روشنی میں امانت کے حق کو سر انجام دے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت مقرر ہوئی ہے۔ قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ایسا ہوتا کہ وہ انسان کو بھی دوسری مخلوقات کی طرح مجبور پیدا کر دیتا اور اس طرح پوری نوع انسانی ایک ہی راستہ پر گامزن ہوتی، تو وہ ایسا کر سکتا تھا، لیکن اس کی مشیت ایسی نہیں تھی۔ اس نے انسان کو صاحب اختیار و ارادہ پیدا کیا ہے۔ اس کے برعکس اب ایسا کوئی طریقہ ٔ انداز یا نظام جس سے اس کے اختیار وارادہ کو سلب کر کے اسے خاص روش پر چلنے کے لیے مجبور کیا جائے، تو وہ قانونِ مشیت کے خلاف ہو گا۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ جن لوگوں نے صدیوں سے انسان کو اپنے معاشرتی جبر میں جکڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانیت کا دشمن قرار دے کر ان سے نجات کے لیے ہر دور میں نجات دہندہ کھڑے کر دیے۔ اور اسی طرح جن لوگوں نے صدیوں سے انسان کو اسی طرح کی مذہبی جبر میں جکڑ رکھا ہے کہ انسان لگی بندھی اور نپی تلی تقدیر کے تحت مجبورِ محض ہے۔ اس کی جو بھی فکری، سماجی یا معاشی حالت ہو وہ پہلے ہی سے مقدر میں لکھی ہوئی ہے۔ رزق بھی لکھا ہوا ہے، محتاجی اور کسمپرسی کی حالت بھی لکھی ہوئی ہے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ایمان لانے کے لیے بھی انسان کو مجبور نہیں کیا ہے تو اس کی پیدا کردہ مخلوق کو جبر کی جکڑ بندیوں میں ڈالنے والے کیسے بچ سکتے ہیں۔

قرآن حکیم نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ (یونس:۹۹)

"اگر مشیت خداوندی میں ایسا ہوتا تو وہ انسانوں کو پیدا ہی ایسا کر دیتا کہ وہ سب ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسی نہیں تھی کہ وہ انسانوں کو بھی دیگر اشیائے کائنات کی طرح مجبور پیدا کر دیتا۔"

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا (السجدہ:۱۳)

"اگر ہماری مشیت کا تقاضا ہوتا کہ تمام انسان مجبوراً ایک ہی راہ پر چلیں تو ہم ان کے اندر ایسی جبلت رکھ دیتے لیکن ہمارا قانون مشیت یہ نہیں۔"

قانونِ مشیت کس طرح کام کرتا ہے

اب ہم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانونِ مشیت انسانوں کے مستقل اقدار اور اعمال میں کس طرح کام کرتا ہے۔

راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ انسان جو بھی کام کرتا ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ وہ کام کرنے والا کون ہے۔ اس لحاظ سے کہا جائے گا کہ فلاں نے یہ کام کیا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ کام کس کی توفیق اور طاقت ملنے کی وجہ سے ہوا۔ اسی لحاظ سے ہر کام کا پہلا سبب اللہ ہے۔ اسی لیے کہا جائے گا اس کا کرنے والا اللہ ہے۔ یعنی اگر کوئی ہدایت یافتہ ہوا تو کہا جا سکتا ہے کہ "فلاں ہدایت یافتہ ہوا ہے" اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ "فلاں کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ انسان کو اپنے کام کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ بلکہ انسان کو اس کے ہر کام پر پورا اختیار حاصل ہے۔ اسی

لیے ہی انسان اپنے ہر عمل کا خود ذمیدار ہے۔ انسان اپنے کام کے ارادے، انتخاب اور اس کے لیے سعی و کوشش کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ اس لیے اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ (البقرہ:۸۱)

"ہاں جس کسی نے بھی اپنے کاموں سے برائی کمائی اور اس کے گناہوں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔" وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا (اسراء:۱۹) "لیکن جو کوئی آخرت کا طالب ہوا اور اس کے لیے جیسی کچھ کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش کی۔"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اچھے اور برے دونوں کا ارادہ اور کسب انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہے۔ ارادہ اور کسب انسان خود کرتا ہے مگر اس کے تکمیل کی قوت اور نتائج اسے قوانین خداوندی سے ملتے ہیں۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ (الاسراء:۲۰)

"ہم ہر فریق کو اپنی پروردگاری کی بخشائیوں سے مدد دیتے ہیں ان کو بھی (کہ صرف دنیا کے پیچھے پڑ گئے) اور ان کو بھی (کہ آخرت کے طالب ہوئے اور راہ حق پر چلے) اور (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی بخشش عام کسی پر بند نہیں۔"

آیت مذکورہ سے ایک اور بات بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانینِ طبعی کے مطابق کافر کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی آگے بڑھائے جاتے ہیں۔ اور مومن ایسا کرتے ہیں تو انہیں بھی ان کی کوششوں کے مطابق بڑھاتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کے راستہ میں بند نہیں لگاتے۔ اس سے پہلے آیت ۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (الاسراء:۱۸)

"جو کوئی فوری فائدہ اس دنیا میں چاہتا ہے تو اس دنیا میں دے دیتے ہیں، یہ سب

کچھ ہمارے ان قوانین کے مطابق ہوتا ہے جنہیں ہم نے اپنی مشیت اور ارادے کے مطابق متعین کر رکھا ہے۔" لہٰذا اس کا "ارادہ" یہی تھا کہ دنیاوی مفادات کے سلسلہ میں کافر و مومن میں کوئی فرق نہ ہو لیکن آخرت میں کفار کا کوئی حصہ نہ ہو۔

یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجۡعَلَ لَہُمۡ حَظًّا فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ (آل عمران:۱۷۶)

"اللہ چاہتا ہے کہ ان کے لیے آخرت (کی بخششوں اور نعمتوں) میں کوئی حصہ نہ رکھے۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو آزادی دے رکھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کبھی مخل نہیں ہوتا۔ اس میں انسان کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس سے کہہ دیا گیا ہے کہ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ (حم السجدہ:۴۰) "آزادی کے اس گوشے میں تم اپنی مرضی کے مطابق عمل کرو" جو تم چاہتے ہو کرو ہم مخل نہیں ہونگے۔

وحی کی ہدایت کے ذریعے انسان کے لیے دو راستے واضح کر دیے گئے ہیں اور اسے بتا دیا گیا ہے کہ ان کے لیے صحیح ایمان کا راستہ کون سا ہے۔ اور اس کے بعد کہہ دیا کہ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ (الکہف:۲۹) "جس کا جی چاہے ایمان کا راستہ قبول کرلے اور جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔" البتہ تمہارے اعمال کے نتائج قانون مشیت خداوندی کے مطابق مرتب ہونگے۔ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۴۰﴾ (حم السجدہ:۴۰) "تم جو چاہو کیے جاؤ، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سب کو اللہ دیکھ رہا ہے۔"

یہ انسان کے لیے اپنے انتخاب اختیار و ارادہ کی وجہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی جگہ بتائی ہے کہ اگر انسان کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا تو پھر انسان، انسان نہیں رہتے بلکہ وہ بھی پتھر کی چٹانوں اور حیوانات کے ریوڑ کی طرح ہوتے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو اس کی قدرت رکھتا تھا کہ انسان کو اس طرح بنا دیتا کہ سب ایک ہی راہ پر چلنے والے ہوتے اور یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ (آیت:۱۰۷) ایسی

صورت میں انسان اپنی ابتلا سے گذر ہی نہیں سکتے تھے جو ان کے احسن اعمال کے لیے ضروری بنائی گئی تھی۔ (الملک:۲)

انسانوں کے لیے مشیت کے تین گوشے

اللہ تعالیٰ کی مشیت یا اس کی بنائی ہوئی تقدیر اس کے بنائے ہوئے قوانین کے ذریعے کس طرح انسانوں میں کام کرتی ہے، اس کو ہم تین صورتوں میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ایک گوشہ وہ ہے جہاں ہر شے کے لیے قوانین اسی کی طرف سے متعین ہوتے ہیں اس گوشے میں اللہ تعالیٰ کا امر کار فرما ہوتا ہے اور سب کچھ اس کے اپنے پروگرام کے مطابق طئہ پاتا ہے۔ اس کی مشیت کا دوسرا گوشہ خارجی کائنات کا ہے جہاں ہر شے ان قوانین کے مطابق چلنے پر مجبور ہے جو اس کے لیے امرِ الٰہی سے مقرر ہوتے ہیں۔ ان قوانین میں کوئی تبدل و تغیر نہیں ہوتا۔ ہاں مگر انسان ان قوانین کا علم حاصل کر سکتا ہے۔

اس کی مشیت کا تیسرا گوشہ انسانی دنیا کا ہے۔ انسانوں کیلئے ان کی طبعی اور حیوانی زندگی میں وہی قوانین کار فرما ہیں جو خارجی کائنات میں جاری و ساری ہیں۔ لیکن انسانی سطح پر انسانوں کو جن قوانین کی ضرورت ہے وہ قوانین انہیں وحی کے ذریعے عطا کیے گئے ہیں۔ یہ قوانین بھی مستقل اقدار ہیں اور غیر متبدل ہیں۔ لیکن انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ان کے مطابق زندگی بسر کرے اور چاہے تو ان کے خلاف چلا جائے۔ وہ جیسی روش اختیار کرے گا اسی کے مطابق نتائج مرتب ہونگے۔ یہ ہے مشیت خداوندی کا مفہوم۔

ہدایت و گمراہی کے لیے مشیت کا قانون

مشیت کا یہ قانون ضلالت و گمراہی کے لیے بھی موجود ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا

ہے: یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ (المدثر:۳۱) ”اللہ اپنی مشیت سے جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔“ اس آیت میں کافر اور فاسق کو گمراہ کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت بھی اس لیے آئی ہے کہ وہ کافر اور فاسق گمراہی سے محبت کرتے ہیں۔ ان کو ہدایت کی کوئی جستجو نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ تلاش اور جستجو نہیں ہوگی تو ہدایت بھی نہیں ہوگی۔ مومن کے متعلق گمراہی کی بات نہیں آئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو گمراہ کرنے کی نسبت سے انکار کیا ہے:

وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوۡمًۢا بَعۡدَ اِذۡ ہَدٰىہُمۡ (التوبہ:۱۱۵)

”اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایک گروہ کو ہدایت دے کر پھر گمراہ قرار دے۔“

اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگانے، دلوں کی بیماری اور دلوں کی رغبت بھی کافر اور فاسق کی گمراہی سے محبت کی وجہ سے ان کا نصیب بنا دیتا ہے۔ ان کی بیماری کو بڑھا دیتا ہے اور ان کے لیے ایمان قبول کرنے کی سبیل نہیں بنتی۔ جو آدمی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں جیتے ہیں تو وہ قوانین خداوندی کے تحت صحیح اور حق بات کو سمجھنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی قانون کے تحت پھر ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ یہ اس کی مشیت کا قانون ہے، اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے یہ کیا ہے بلکہ اس کا سبب خود انسان ہے۔

سورۃ الدھر میں ہے اِنَّ ہٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا ﴿۲۹﴾ (الدھر:۲۹) ”یہ قرآن کریم یقیناً ایک یاد دہانی ہے، سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف (کا) راستہ اختیار کرلے۔“ یعنی خدا کی طرف سے وحی مل گئی ہے۔ اس کے بعد انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے اس کا جی چاہے تو اس وحی کا تجویز کردہ راستہ اختیار کرلے اور اس کا جی چاہے تو اس کے خلاف عمل کرے۔ لیکن اس کے آگے آیت ۳۰ میں ہے کہ: وَ مَا

تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ (الدھر:۳۰) یعنی تمہاری چاہت تو اقرار اور انکار کی مجھدار میں پھنسی ہوتی ہے تم سے اگر رب کی طرف جانے والے راستہ کے لیے اقدام اور جستجو نہیں ہوتا ہے تو اللہ کی مشیت کا قانون تمہیں اسی مجھدار میں رہنے دیگا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ انسان رب کی طرف جانے والے راستہ کے لیے اپنے اقدام اور جستجو سے آگے بڑھے اور اس کے قوانین اپنائے اور یہی اللہ کی چاہت ہے۔

قرآن کریم میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے متعلق مَا یَشَاءُ کا لفظ آیا ہے وہاں یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ وہ متذکرہ صدر تینوں گوشوں میں سے کس گوشے سے متعلق ہے۔ جس گوشے سے مَا یَشَاءُ متعلق ہوگا اس کے مطابق اس کا مفہوم لیا جائے گا۔ اب ان تصریحات کی روشنی میں: وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ (الدھر:۳۰) کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ یعنی ”ہم نے تمہیں اس کا اختیار دے رکھا ہے کہ تم جیسا جی چاہے کرو۔ لیکن تمہیں چاہیے کہ اپنے اختیار و ارادہ کو ہماری مشیت سے ہم آہنگ رکھو۔“ ہم نے اپنے علم اور حکمت سے تمہاری زندگیوں کے لیے قوانین بنا رکھے ہیں کہ ہدایت کی توفیق انہی کو بخشتے ہیں جو اپنے سمع و بصر سے کام لیتے ہیں اور خیر و شر، حق و باطل کے درمیان امتیاز کی اس صلاحیت کی قدر کرتے ہیں جو اس نے ان کے اندر ودیعت کی ہے۔ اس لیے تم وہی چاہو جو ہم چاہتے ہیں۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ تم ہمارے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرو۔

سورۃ زمر میں ہے اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ ۟ (الزمر:۷) ”اگر تم (قوانین خداوندی سے) انکار کروگے تو (اللہ کا کیا بگاڑ لوگے) اللہ تم سے بے نیاز ہے۔“ وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ۚ وَ اِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ؕ (الزمر:۷) ”لیکن وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا، وہ تمہارے لیے شکر ہی کو پسند کرتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور مہربانیاں جس طرح خارجی کائنات میں انسان کے استفادہ کے لیے ہر وقت خدمت میں

میسر ہیں اسی طرح انسان کی اپنی عملی زندگی میں وہی رحمتیں اور مہربانیاں اسی طرح انسانوں کی بھلائی کیلئے موجزن رہتی ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی خوش بختی یا بد بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان رحمتوں اور مہربانیوں کے لاتعداد موجودات اور امکانات سے اپنے لیے کچھ سمیٹ سکے یا ان سے محروم رہے۔

مشیت کے قوانین کی کچھ قرآنی مثالیں

سورۃ فتح میں ارشاد ہوا ہے:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ ۙ (الفتح:۲۷)

”تم ضرور امن و عافیت سے کعبہ (مکہ) میں داخل ہوگے، کیونکہ تمہارا پروگرام اللہ کے قانون مشیت کے مطابق ہے۔“

سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ اِنۡ کی معنی عام طور پر ”اگر“ کی جاتی ہے لیکن اِنۡ عربی گرامر کی رو سے حرف تعلیل یا سبب بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس تشریح کی روشنی میں لفظ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ جو ہم روزانہ زندگی میں بولتے ہیں اس کی معنی نتیجہ خیز ہو کر سامنے آتی ہے کہ ”میں جو کچھ کر رہا ہوں یا کرنے والا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نتیجہ دے گا۔“

کوئی شخص یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ ایسے معاملات میں قرآن حکیم نے بتادیا ہے کہ:

وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَاۡىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ (الکہف:۲۴-۲۳)

”تم یہ مت کہو کہ میں کل یقینی طور پر ایسا کروں گا۔ جو کچھ کل تم نے کرنا ہے اس کے لیے سمجھ لو کہ ہوگا وہی جو اللہ کی مشیت کے مطابق ہوگا۔“

اِنۡ شَآءَ کے بعد اب ہم مَنۡ يَّشَآءُ کی کچھ آیات دیکھتے ہیں۔ عام طور پر مَنۡ يَّشَآءُ

کا ترجمہ کیا جاتا ہے: ''جسے چاہے'' بعض آیات میں مَنْ نَّشَاءُ ''جسے ہم چاہیں'' یا مَنْ اَشَاءُ ''جسے میں چاہوں'' آیا ہے۔ ان آیات میں فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے مراد ''اللہ کے قانونِ مشیت کے مطابق'' ہیں۔ اس ترجمہ سے اس قسم کی آیات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

سورۃ الانعام میں ہے:

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ (آیت:۸۳)

''ہم اپنے قانون مشیت کے مطابق درجات بلند کرتے ہیں۔''

اور قانون مشیت یہ ہے کہ لِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ (الاحقاف:۱۹) ''ہر ایک کے درجات اس کے اعمال کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔'' اسی طرح قرآنِ حکیم میں یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ کے الفاظ بھی آئے ہیں جس کا عام ترجمہ کیا جاتا ہے ''جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔''

اسی طرح کے الفاظ جب عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہوں جیسے یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ تو وہاں سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی الفاظ عالمِ خلق کے متعلق ہونگے۔ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (آل عمران:۴۰) تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ''ایسا کچھ اللہ کے قانونِ مشیت کے رو سے ہوتا ہے۔'' جس کا علم انسان کو دے دیا گیا ہے۔